© rasailojaraid.com

رنگِ خیال

فرقہ واریت کے بنیادی اسباب

فرقہ وارانہ اور متعصبانہ ذہنیت کے اسباب متعدد ہو سکتے ہیں، لیکن ہمارے خیال میں دو اسباب بنیادی نوعیت کے ہیں:

سبب اول: اپنی کم علمی اور جہالت کو چھپانے کے لیے مسلک اور نظریے کی آڑ لے لی جاتی ہے اور اس طرح اپنی علمی بے مائیگی اور مطالعہ و تحقیق کی کمی کو مسلک و نظریے کے پردے میں چھپایا جاتا ہے۔

سبب دوم: اپنی بے عملی یا بد عملی کو چھپانے کے لیے مسلک کا نام استعمال کیا جاتا ہے۔ یوں بے عملوں اور بد کرداروں کو مسلک و عقیدہ کی آڑ میں تمام زندگی کھل کھیلنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔

ہمارے خیال میں یہی دو بنیادی عوامل ہیں، جن کی بناء پر مسلک و عقیدہ اور مذہب و نظریے کا نام استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ایک علمی، فکری اور تحقیقی رویہ بھی ہے۔ جو کسی بھی مسلک و مذہب، اور عقیدہ و نظریے کے ماننے والوں کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ خواہ کسی مسلک و مذہب کے ہوں، علم و فکر اور تحقیق کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ رویہ اپنانے والے لوگ، عالم و فاضل ہوتے ہیں اور اپنے علم و فضل سے مخلص بھی۔ اس لیے تمام زندگی جادہ تحقیق پر گامزن رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی باتیں چونکہ عمومی سطح سے قدرے یا زیادہ بلند ہوتی ہیں یا روایت و تقلید سے ہٹ کر ہوتی ہیں، اس لیے اجنبی اور نامانوس ہونے کی وجہ سے قبولیت عامہ کے شرف سے محروم ہوتی ہیں۔ ایسے میں مسلکی پرچارک اپنی دکانداری چمکانے کے لیے میدان میں آجاتے ہیں۔ اور ناخواندہ عوام کو ایسے محققین سے بدظن کرنے کی مکروہ اور مذموم سازش و کاوش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اور اسطرح تقلید بمقابلہ تحقیق ایک ناقابل اختتام جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

عام خیال ہے کہ اس طرح کی جنگ میں کوئی جیتتا ہے نہ کوئی ہارتا ہے کیونکہ ہر دو فریق اپنی اپنی راہوں پر مستقل چلتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں جیت ہمیشہ تحقیق کی ہوتی ہے۔ کیونکہ تحقیق، ایک علمی و فکری ارتقائی کیفیت کا نام ہے۔ جس سے روایت پرست محروم ہوتے ہیں۔ تحقیقی رویے میں اصل اہمیت دلیل و برہان کی ہوتی ہے اور غیر تحقیقی رویے میں روایت و تقلید کی۔ روایت پرستوں کو نہ تو کسی مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ "وحی" سے استفادہ کرنے کی۔ اس لیے روایت پسندی سب سے زیادہ سہل اور آسان کام ہے۔ اور تحقیق کی راہوں پر چلنا، سب سے زیادہ مشکل۔

آپ اپنے گرد و پیش میں نظر دوڑایئے اور دیکھیے کتنے لوگ معاشرہ کا ارتقاء چاہتے ہیں۔ بس یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آپ کی توجہ، حمایت اور سپورٹ کی ضرورت ہے۔

(مدیر اعلیٰ)

مقالہ خصوصی

ایڈز — قرآن کریم کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد شکیل اوج
استاذ الفقہ والتفسیر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

"اثم" کے بنیادی معنوں میں اضمحلال، افسردگی اور توانائی کا کم ہو جانا شامل ہے۔ بایں معنی اعمال صالحہ کی انجام دہی میں بندۂ آثم سست روی کا شکار نظر آتا ہے۔ اسی لیے ابن فارس نے اثم کے بنیادی معنی دیر ہونے اور پیچھے رہ جانے سے کئے ہیں اور امام راغب کے بقول اثم اور آثام ان افعال کو کہتے ہیں جو ثواب (یعنی اچھے انجام اور نتیجہ) سے پیچھے رکھیں۔ اسکی جمع آثام آتی ہے۔ اس کے اصل معنی میں تاخیر کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آثم، بوجہ ضعف و اضمحلال کارگاہِ حیات میں لوگوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یا اسے کسی نفع بخش کام کی تکمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے عربی میں آلاثمہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو تھکاوٹ کی وجہ سے مضمحل ہو چکی ہو اور اضمحلال کی وجہ سے دوسری اونٹنیوں سے پیچھے رہ جائے یا منزل مراد تک پہنچنے میں اسے دیر ہو جائے۔

اثم کے مفہوم کی وضاحت کا مقصد یہ بتانا ہے کہ انسانی ذات میں جن اعمال کے سبب یہ اضمحلال اور ضعف پیدا ہوتا ہے۔ وہی ضعف آگے چل کر انسان کو سفرِ حیات میں سست گام یا ناکام کر دیتا ہے۔ اسی لیے تو قرآن نے خمر اور میسر کے تعلق سے فرمایا ہے:

قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما. (البقرہ/۲۱۹)

آپ بتا دیجیے۔ نشہ آور اشیاء اور بغیر محنت کے حاصل کی ہوئی رقم (جوا) تمہارے اندر بہت زیادہ اضمحلال اور شکستگی پیدا کر دیتے ہیں اور تمہارے قوائے عمل کو مفلوج بنا دیتے ہیں۔ گو انمیں ظاہری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلو سے لوگوں کو نفع تو پہنچتا ہے مگر بباطن اس کے برے اثرات، اس منافع سے کہیں بڑھ کر ہوتے ہیں۔

لیکن جنت کی شراب کے بارے میں قرآن مجید نے بتایا ہے:

یتنازعون فیھا کاسا لا لغو فیھا ولا تاثیم (الطور/۲۳)

وہ جنت میں ایکدوسرے کے ساتھ جام شراب کا تبادلہ کریں گے۔ جسکی تاثیر نہ فضول گوئی پر مشتمل ہوگی نہ کسی کمزوری، اضمحلال پر۔

لسان العرب کے مطابق منازعۃ الکاس سے مراد پیالے کا ایکدوسرے کو دینا اور ایکدوسرے سے لینا ہے۔ امین احسن اصلاحیؒ کے بقول "تنازعوا الکاس کے معنی ہیں تعاطوھا یعنی وہ آپس میں ایکدوسرے کی طرف شراب کے جام بڑھائیں گے۔ چھین جھپٹ اس لفظ کے لوازم میں سے نہیں ہے لفظ 'کاس' ظرف اور مظروف یعنی شراب اور جام شراب دونوں کے لیے آتا ہے۔"[۲] اسی لیے انہوں نے اس آیت کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے۔ "ان کے درمیان ایسی شراب کے پیالوں کے تبادلے ہو رہے ہوں گے جو لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی"۔

اسی مفہوم کی تائید میں یہ آیت بھی ملاحظہ کیجئے۔

لا یسمعون فیھا لغواً ولا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما۔ (الواقع/۲۵۔۲۶)

وہ وہاں (یعنی جنت میں) نہ کوئی فضول گوئی سنیں گے اور نہ انسانی ذات کو مضمحل کرنے والی چیز (دیکھیں گے) بلکہ وہاں صرف ایک ہی بات ہوگی، جو سراسر سلامتی پر مشتمل ہوگی۔

بعض علماء کے بقول اثم میں اس معنی کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے کہ بالعموم یہ وہ جرم ہوتا ہے جس کا اثر انسان کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ اثم اپنی ذات میں ایک فعل ہے اور عدوان دوسرے پر ظلم۔ جیسا کہ آتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (المائدہ/۲)

مگر جرم، بہرحال جرم ہے، خواہ ذاتی نوعیت کا ہو یا اجتماعی نوعیت کا۔

قرآن مجید میں زانیوں کے بارے میں کہا گیا ہے

ومن یفعل ذلک یلق اثاما۔ (الفرقان/۶۸)

یعنی اس فعل کے مرتکب لوگوں کو بالآخر اضمحلال، افسردگی اور قوت مدافعت میں کمی (یعنی ایچ آئی وی / ایڈز) کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ہمارے ترجموں اور تفسیروں میں 'اثاما' سے مراد نتیجہ گناہ کو لیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں اس مفہوم کے سوا کسی اور مفہوم کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ آپ اسے وبال کہہ لیں جیسا کہ محمد جونا گڑھی نے کہا۔

اور جو کوئی یہ کام کرے، وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔

یا آپ اسے بدلہ کہہ لیں جیسا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے کہا

یہ کام جو کوئی کرے گا وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔

آپ اسے سزا کہہ لیں جیسا کہ مولانا احمد سعید کاظمی نے کہا۔

اور جو ایسا کرے وہ اپنے کئے کی سزا پائے گا

آپ اسے انجام کہہ لیں جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی نے کہا

وہ اپنے گناہوں کے انجام سے دوچار ہوگا۔

آپ اسے خمیازہ کہہ لیں، جیسا کہ ڈپٹی نذیر احمد نے کہا

وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتے گا۔

یا آپ ان الفاظ کا کوئی اور مترادف بنالیں۔ بہرحال اس سے نفس معنی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مقصود کلام یہ ہے کہ ہم نے 'اثاما' کا ترجمہ ایچ آئی وی / ایڈز سے کردیا ہے۔ کیونکہ یہ اسی فعل بد کا نتیجہ ہے۔ (۳) ایچ آئی وی / ایڈز، عصر حاضر کی خطرناک بیماریوں میں سے ایک ایسی بیماری کا نام ہے، جو زمانہ حال کی دریافت ہے۔ (۴) اس بیماری کے انکشاف سے پہلے 'اثاما' کا ترجمہ اس لفظ سے کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے ہمارے علماء یہ مفہوم ادا کرنے سے قاصر رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ان کی مجبوری تھی۔ لیکن فی زمانہ ایچ آئی وی / ایڈز کے بارے میں میڈیکل سائنس کی تحقیقات نے اثاما کے معنی کو سمجھنے میں بہت مدد دی ہے۔

واضح ہو کہ ایڈز کی تعریف بایں الفاظ میں کی گئی ہے:

"ایچ آئی وی کا مطلب ہے انسانی قوت مدافعت میں کمی کا وائرس، یہ ایک ایسا وائرس ہے جو جسم کے مدافعتی نظام پر حملہ کرتا ہے۔ ایک عرصے کے بعد ایچ آئی وی جسم کو اس حد تک کمزور کردیتا ہے کہ معمولی بیماری کے خلاف بھی مدافعت کی سکت نہیں رہتی اور آخر کار متاثرہ شخص میں بیماری کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کیفیت کو ایڈز کہتے ہیں۔ ایڈز کا مطلب ہے۔ "مدافعتی نظام میں کمی کی علامات" جب کوئی شخص ایڈز کا شکار ہو جائے تو کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی بیماری اس پر آسانی سے حملہ آور ہو کر موت کا سبب بن سکتی ہے۔(۵)

ایڈز کی تعریف جاننے کے بعد قرآنی لفظ اثاما کا معنی ایک نئے انداز میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ چونکہ ایڈز کی بیماری بنیادی طور پر ناجائز جنسی تعلقات کے نتیجے میں لاحق ہوتی ہے۔ اور اس بیماری میں مبتلا شخص اپنی قوت مدافعت کھو بیٹھتا ہے۔(۶) اس لیئے اس پر اضمحلال افسردگی اور محرومی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو بالآخر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔ قرآن نے یہی بات لفظ اثاما کے ذریعے بیان کی ہے۔ اسلیئے جدید اصلاح میں تفہیم مطالب کے لیئے اگر اثاما کا ترجمہ ایچ آئی وی/ایڈز سے کر دیا جائے تو شاید غلط نہ ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کی اعجاز آفرینی، شان جامعیت اور ادائے مفہوم میں اسکی بلاغت ہر دور میں اپنا لوہا منواتی رہی ہے اور آئندہ بھی منواتی رہے گی۔

ایک حدیث مبارکہ میں اثم کی یہ تعریف آئی ہے

والاثم ما حاك في نفسك وكرهت ان يطلع عليه الناس ۔(۷)

اور اثم وہ چیز ہے جو تیرے اندر اثر کر جائے اور راسخ ہو جائے اور تو پسند نہ کرے کہ لوگوں کو اسکی خبر ہو۔

مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام کے یہ زریں الفاظ، جس طرح کسی جرم اور گناہ کے حتمی نتائج کے بیان میں شان بلاغت کے حامل ہیں۔ وہیں ایڈز کی تعریف پر بھی کامل طور پر صادق آتے ہیں۔ کیونکہ ایڈز ایک ایسی ہی بیماری ہے جو ضعف و اضمحلال کی صورت میں پورے انسانی وجود میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اور ایڈز کا مریض نہیں چاہتا کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو۔

'اثاما' کا ترجمہ ایچ آئی وی/ایڈز کرنے کی صورت میں ضمناً ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک غیر متعدی بیماری ہے۔ اسلیئے کہ اثم اور اثام میں یہ مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ یہ وہ فعل ہے۔ جسکا اثر انسان کی اپنی ذات پر ہوتا ہے نہ کہ کسی اور کی ذات پر۔

ومن يكسب اثما فانما يكسبه على نفسه ۔(النساء/۱۱۱)

اور جس کسی نے اثم کمایا۔ اس کا اثر خود اسکی ذات پر ہوگا (نہ کہ کسی دوسرے کی ذات پر)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا قانون مکافات بالکل بے لاگ ہے وہ بے قصوروں کو نہیں پکڑتا۔ ایڈز کے لٹریچر میں لکھا گیا ہے:

''ایچ آئی وی اور ایڈز سے متاثرہ افراد کی دیکھ بھال کرنا، ان کے ساتھ رہنا، کام کرنا، مساجد اور اسکول جانا ایک محفوظ عمل ہے۔ کھانا اکٹھے کھانا، ایکدوسرے کے کپ، پلیٹیں، کانٹے، چمچ، تولیے، کتابیں، بینچ، کرسیاں، ٹیلی فون، دفتری سامان، لیٹرین یا غسلخانے

استعمال کرنے سے ایچ آئی وی نہیں پھیلتا۔ ہاتھ ملانے، معانقہ کرنے چھونے، بات چیت کرنے، کھانسنے یا قریب بیٹھنے سے بھی ایچ آئی وی نہیں پھیلتا۔''(۱۰)

ہم سمجھتے ہیں کہ ایچ آئی وی/ایڈز ایک قابل علاج مرض ہے۔ کیونکہ سورۃ فرقان میں جہاں یہ آیت آئی ہے۔ وہاں ان لوگوں کا استثناء بھی کر دیا گیا ہے۔ جو توبہ کر لیتے ہیں۔

الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا ۔(الفرقان/۷۰)

ہاں وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں، جو توبہ کر لیتے ہیں اور اپنی باقیماندہ توانائیوں کو بچا لیتے ہیں اور مثبت اعمال کو اپنا معمول بنا لیتے ہیں۔

توبہ دراصل واپسی کے عمل کا نام ہے۔ بندہ جب کسی فعل بد میں مبتلا ہو پھر اسے ترک کر دے اور حسن عمل اختیار کرلے تو اس واپسی کو توبہ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر توبہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ بدکاری کرنے والا اگر اپنی اس روش کو ہمیشہ کے لیئے ترک کر دے اور طبی اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنا علاج کرائے تو یقیناً ایڈز سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ ایسے ہی توبہ کرنے والوں کے لیئے آیا ہے۔

فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنت وكان الله غفورا رحيما ۔(الفرقان/۷۰)

پس یہی وہ لوگ ہیں کہ جنکے سیئات کو اللہ تعالیٰ حسنات میں بدل دے گا۔

یعنی ایسے لوگوں کے مرض کو اللہ تعالیٰ مبدل بہ صحت کر دے گا۔ وہ روحانی طور پر بھی صحت یاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اعمال بد کے برے اثرات و نتائج کو مٹانے والا اور مسلسل رحم فرمانے والا ہے۔

تفسیر روح المعانی کے مطابق سیئات سے مراد یہاں بدی کی قوت ہے اور حسنات سے مراد نیکی کی قوت ہے۔(۹) اس قول سے یہ مفہوم بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ایچ آئی وی/ایڈز کے مریضوں میں ان کے عمل توبہ سے کوئی ایسا روحانی اثر ضرور پیدا ہو جاتا ہے جو بالآخر اس منفی قوت (یعنی وائرس) کو ہی ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ جس نے انہیں اس حال سے دوچار کیا۔ وہ اپنی قوت ارادی (Will Power) سے اپنی بیماری پر قابو پا لیتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ سورۃ فرقان میں بیک وقت ایک ہی مقام پر مسلسل دو مرتبہ توبہ کا جو ذکر ہے۔ وہ بلا سبب نہیں ہے۔ دراصل پہلی توبہ وہ ہے جو ایڈز کے تناظر میں ہے گویا یہ بتانے کے لیئے کہ اس مرض کا ازالہ ممکن ہے اگر مریض چاہے تو۔۔۔ جبکہ دوسری توبہ ومن وعمل تاب عملا صالحا فانه يتوب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الی اللہ متابا۔ (الفرقان/۷۱)

میں مذکور ہوئی، وہ دراصل ومن یفعل ذلک یلق اثاما۔ کے مقابلہ پر ہے۔ اسمیں رجوع کرنے والوں کے لیے عظیم بشارت موجود ہے اس قرآنی فقرہ میں متابا کی تاکید تفخیم شان کے لیے ہے یعنی واپسی کا یہ عمل اپنے نتیجہ کے اعتبار سے انتہائی شاندار ہوگا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایڈز زدہ شخص اگر اپنے انجام کی بہتری چاہتا ہے تو پھر اسے وہ توبہ کرنی پڑے گی، جو خدا کو مطلوب ہے یعنی کامل درجہ کی توبہ، جو اپنی اثر آفرینی میں سو فیصد نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آیت میں فعل زنا اور اسکے نتیجے کو، جس صیغے اور اسلوب میں بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بھی مترشح ہے کہ فعل زنا کا مرتکب، جب عادی مجرم ہوتا ہے تب اسے فطرت کی جانب سے یہ ضرر لاحق ہوتا ہے شدت جذبات سے مغلوب ہو کر کسی امر حادثاتی کے نتیجے میں کبھی کبھار کے مرتکب بہر حال اسکی زد میں نہیں آتے۔

مگر یہ حقیقت فراموش نہیں ہونی چاہیے کہ اس فعل بد کا ایک مرتبہ کر لینا ہی تو بعض حالات میں ایچ آئی وی / ایڈز کی جانب بڑھنے والا پہلا قدم ثابت ہوتا ہے۔ یہ امر دیگر ہے کہ فی الفور توبہ کے رد عمل میں فطرت کی مشفقانہ بانہیں اسے اپنی آغوش رحمت میں لے لیں۔

انما التوبة علی اللہ للذین یعملون السوٓ بجھالة ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیھم و کان اللہ علیما حکیما۔ (النساء/۱۷)

توبہ کرنے والوں پر رجوع برحمت ہونا اللہ نے اپنے ذمے لیا ہے۔ بشرطیکہ کسی برائی کو شدت جذبات سے مغلوب ہونے کی کیفیت میں کیا گیا ہو، پھر فوراً ہی احساس ندامت نے رجوع الی اللہ پر مجبور کر دیا ہو۔ پس یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرماتا ہے کیونکہ وہ علم و حکمت والا ہے۔ (اس لیے اس کا قانون فطرت بھی مبنی بر علم و حکمت ہے۔)

ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الئن ولا الذین یموتون وھم کفار اولئک اعتدنا لھم عذاباً الیما۔ (النساء/۱۸)

البتہ ان لوگوں کے لیے کوئی بخشش معافی (اور رحمت) نہیں ہے۔ جو عادی مجرم ہیں اور اپنی حرکتوں سے اس وقت باز آتے ہیں۔ جب انکی موت کا پروانہ جاری ہو چکا ہوتا ہے۔ اور (اسی طرح) وہ لوگ بھی کسی رحمت کے مستحق نہیں ہیں۔ جو تمام زندگی ناشکری (کفران نعمت) میں گزار دیتے ہیں۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے (دنیا و آخرت دونوں میں) الم انگیز عذاب تیار کیا گیا ہے۔ (۱۱)

واضح رہے کہ توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کا یہ دو ٹوک فرمان جس سیاق میں آیا ہے وہ سیاق بھی بدکاری اور حرام کاری کا ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس فعل بد کے مرتکبین دو حصوں میں منقسم ہیں۔ قسم اول میں وہ لوگ ہیں جو اتفاقیہ غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ اور قسم دوم میں وہ لوگ ہیں جو اس فعل بد کا عادۃً ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اس وقت تک کرتے رہتے ہیں جب تک فطرت کا تازیانہ ان کی پیٹھوں کو مجروح اور مضمحل نہیں کر دیتا۔ یہ آخری اسٹیج کے مجرم ہیں۔ اور بلا شبہ اس لائق ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ ہو۔

ہمارے یہاں ایڈز کے بارے میں جو لٹریچر شائع کیا گیا ہے اس میں لکھا گیا ہے کہ "یہ وائرس ہمارے جسم میں درج ذیل طریقوں سے داخل ہو سکتا ہے۔ ۱۔ غیر ازدواجی ۲۔ غیر محفوظ ۳۔ غیر فطری جنسی تعلقات سے (۱۲)

غیر ازدواجی اور غیر فطری جنسی تعلقات کے ساتھ "غیر محفوظ" کے لفظ کی پیوند کاری نے بظاہر ایچ آئی وی / ایڈز کے مریضوں کے لیے توبہ کی جڑ ہی کاٹ کے رکھ دی ہے۔ غیر محفوظ کے لفظ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ یہ فعل بد کسی کنڈوم وغیرہ کی مدد سے جاری رکھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ غیر محفوظ کے لفظ سے ان کی یہ مراد ہرگز نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک مقام پر لکھا گیا ہے۔ "متاثر ہونے کی صورت میں شریک حیات کے ساتھ کنڈوم کا درست اور مسلسل استعمال" اس لیے اس مقام سے انہیں یہ لفظ قلمزد کر دینا چاہیے۔ تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی کو راہ نہ مل سکے۔

ایڈز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ نا قابل علاج مرض ہے۔ (۱۳) مگر یہ بات انسانی علم کی کمزوری پر مشتمل ہے۔ امر واقعی یہ نہیں پیغمبر انسانیت ﷺ نے تمام انسانوں کو آگاہ کر رکھا ہے کہ:

لکل داء دوا ء "فاذا اصیب دواء الداء برأ باذن اللہ عز و جل" (۱۴)

ہر بیماری کی دوا ہے جب وہ دوا بیماری کے موافق ہو جاتی ہے تو اللہ عز و جل کے اذن سے شفا مل جاتی ہے۔

اس مختصر سے جملے میں معانی و مفاہیم کا ایک جہان آباد ہے۔ مطلب یہ کہ بیماریوں کے انسداد کے لیے ریسرچ کرنا تعلیمات نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایڈز کے مریضوں کو مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید کے دیے گئے حیات بخش اور اثر آفریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پروگرام کے مطابق وہ اگر اپنی زندگی گزاریں تو یقیناً صحت مند و توانا ہو سکتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ الاثم والاثام اسم لـلا فـعـال المبطئة عن الثواب ، و جمعه آثام ولتضمنه لمعنى البطء ۔ المفردات فی غریب القرآن، کتاب الالف، ص ۱۰، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی۔

۲۔ تدبر قرآن، جلد ۸، ص ۱۷، حاشیہ زیر آیت متعلقہ سورہ طور

۳۔ ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا، جلد ۱، ص ۱۵۲، (۱۹۹۵ء)

The disorder has affected primarily homo sexual or bi sexual men, particularly those with many sexual partners.

۴۔ ایضاً The first cases of AIDS were diagnosed in 1981.

۵۔ ایچ آئی وی کی روک تھام میں دینی رہنماؤں کا کردار۔ اولین اشاعت، جاری کردہ نیشنل ایڈز کنٹرول پروگرام، حکومت پاکستان، ص ۹

۶۔ ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا۔ Victims of AIDS lose the ability to fight off disenses.

۷۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب۔ رقم الحدیث ۶۳۹۲۔

حاك الشئ فی صدری ۔ فلاں چیز میرے دل میں جم گئی۔ ما حاك سیفہ۔ اس کی تلوار نے نہیں کاٹا، کہتے ہیں ضربه فما احاك فيه سيفه، اس نے تلوار ماری مگر کارگر نہیں ہوئی۔ (یہ ہمیشہ نفی ہی میں مستعمل ہوتا ہے) المنجد (عربی اردو) ص ۲۳۹، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، جولائی ۱۹۹۴ء

۸۔ ایچ آئی وی کی روک تھام۔ ص ۴۱

۹۔ المراد بالسئيات والحسنات ملكتهما لا نفسهما اى يبدل عزوجل بملكة السئيات ودواعيها فى النفس ملكة الحسنات بان يزيل الاولى ويأتى بالثانيه ۔ جلد ۱۹، روح المعانی، ص ۵۰، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

۱۰۔ اور جو کوئی واپس پلٹ کر آجائے، ہمیشہ کے لیے صحیح روش اپنا لے تو بلاشبہ اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا، اپنے انجام کے اعتبار سے نہایت شاندار ہوگا۔

۱۱۔ صاحب مجید نے زندگی کی خوشگواریوں کے چھن جانے کو الم کہا ہے۔ اور ایڈز کا مریض بھی زندگی کی خوشگواریوں سے محروم ہوتا ہے۔

۱۲۔ ایچ آئی وی کی روک تھام، ص ۳۹

۱۳۔ ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا There is as yet no known treatment that can reverse teh immune defect of AIDS.

۱۴۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم الحدیث ۵۶۳۹

عورتوں کے مسائل اور ان کا حل

بیواؤں کی شادی کا مسئلہ

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج
استاذ الفقہ والتفسیر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

جس معاشرہ میں کنواری لڑکیاں اپنے رشتوں کے انتظار میں بیٹھی ہوں وہاں بیوہ عورتیں اپنے مقدروں کو نہ روئیں تو کیا کریں۔ کنواریوں میں تو پھر کنوار پن کی کشش ہوتی ہے۔ جس میں اکثر جہیز آڑے آجاتا ہے۔ بیوہ عورتوں میں بیوگی کا "عیب" ہی انکی غیر مقبولیت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ الا یہ کہ ان کا عیب، انکی مالداری میں چھپ جائے تو بات دیگر ہے۔ اور یہ بھی صرف ان بیواؤں کے لئے ہے جو خوبصورت، جوان اور پر کشش ہونے کے ساتھ ساتھ بچوں کے لاحقے سے محفوظ ہوں۔ بچوں کے ساتھ، بیوہ عورتوں سے شادی کرنا ہمارے معاشرے کا چلن ہی نہیں۔

حالانکہ قرآن مجید نے مردوں کو دوسری تیسری اور چوتھی شادی کی اجازت اسی تناظر میں دی ہے۔ یہ اجازت انہی بیواؤں کی مرہون منت ہے مگر حیرت ہے کہ جن بیواؤں کے دم قدم سے مردوں کو یہ سہولت (Opportunity) دی گئی تھی، وہی عورتیں مردوں کے اس فیض صحبت سے محروم ہیں۔ گویا پردہ ہمارے نام سے اٹھا عید منائی لوگوں نے

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وان خفتم الّا تقسطوا فی الیتامٰی فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنٰی وثلٰث وربٰع ط فان خفتم الّا تعدلوا فواحدة ... الآیه (النسآء ۳)

اگر تم اس اندیشے میں ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو تو ان (یتیموں کی) ماؤں سے نکاح کر لیا جو تمہیں مرغوب ہوں۔ دو دو، تین تین، چار چار ۔۔۔۔ اور اگر تمہیں ان کے مابین عدل نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گویا ایک سے زائد شادیوں کی اجازت عدل کی شرط پر موقوف ہے۔ اور جہاں ادائی شرط کی استطاعت نہ پائی جائے وہاں یہ حکم ہے کہ دوسری شادی سے گریز کیا جائے۔ اس لیئے کہ شادی صرف وظیفہ زوجیت کی ادائیگی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ فریق ثانی کی تمام تر سماجی و معاشی ضرورتوں کی کفالت بھی اسمیں شامل ہے۔

بیوہ عورتیں اپنے نکاح میں خود مختار بنائی گئیں ہیں۔ وہ اپنے نکاح میں کسی ولی کی اجازت کی محتاج نہیں ہیں۔ اس مقام پر بیوہ عورتیں، کنواریوں سے ایک درجہ اونچی معلوم ہوتی ہیں۔ کنواری عورتوں سے نکاح کے باب میں، پوری قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی یہ اشارہ نہیں ملتا کہ وہ اپنے نکاح منعقد کرنے میں خود مختار بنائی گئی ہیں۔ البتہ نکاح کرنے میں انکی آزادمرضی کا عمل دخل سو فیصد تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس آزاد مرضی کو ان کے اولیاء کی اجازت پر موقوف کیا گیا ہے۔ یہ گھریلو معاملات میں اسلام کا حسن انتظام ہے۔ تاہم اگر کسی کنواری کے حق میں یہ حسن متبادل پہ ہوئے انتظام ہو جائے تو اسے اولیاء کی مرضی سے ہٹ کر از خود نکاح کرنے کی یقیناً اجازت ہوتی ہے۔ مگر یہ استثنائی صورت حال ہے۔ عمومی صورتحال وہی ہے۔ جو اوپر مذکور ہوئی۔

مگر بیوہ عورتوں کو قرآن مجید کی رو سے یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنا معاملہ از خود طے کریں اور ان کے اولیاء انہیں سہولیات فراہم کریں۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

فاذا بلغن اجلهن فلا جناح عليكم فيما فعلن في انفسهن بالمعروف ط (الآیہ)

(البقرہ/۲۳۴)

اور جب بیوہ عورتیں اپنی عدت پوری کر لیں تو وہ اپنی ذات کے بارے میں معروف طریق پر جو چاہیں فیصلہ کریں۔ اس کا تم پر کوئی بار نہیں ہے۔

اپنے حق میں پسندیدہ طریق پر کچھ کرنے سے مراد بالعموم نکاح کو لیا جاتا ہے۔ تاہم اس سے مراد نکاح ثانی کی غرض سے زینت وغیرہ کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ بہر دو صورت بیوہ عورت اپنے معاملات میں خود مختار کر دی گئی ہے۔ اگلی آیت کو دیکھتے ہوئے اول الذکر مراد زیادہ صحیح اور برمحل دکھائی دیتی ہے۔ بالمعروف کی قید سے پتہ چلتا ہے کہ یہ امر مشروع پسندیدہ طریق پر ہونا چاہیے۔ قرآن مجید نے طریق نکاح کو معروف کے لفظ سے بیان کر کے خود نکاح کے "امر معروف" ہونے کو واضح کر دیا ہے۔

مطلب یہ کہ قرآن کی رو سے بیوہ عورت کا نکاح "امر معروف" ہے۔ جو لوگ اسے عار سمجھتے

ہیں وہ قرآن کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ در اصل بیوہ عورتوں سے نکاح، ہندو معاشرت کے اثر سے ہمارے کلچر میں بطور عار کے داخل ہوا ہے۔ حالانکہ اسلامی معاشرت میں اسے امر معروف قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں مردوں کو بیوہ عورتوں سے نکاح پر ابھارا گیا ہے۔

ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النسآء او اكننتم في انفسكم ط علم الله انكم ستذكرونهن ولكن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ط ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله ط ۔۔۔۔۔ (البقرہ/۲۳۵)

اس پر تمہارا کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ جو تم اشارۃً (بیوہ) عورتوں کو نکاح کا پیغام دو یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو۔ اللہ جانتا ہے کہ تم ان کا خیال رکھو گے لیکن ان سے خفیہ وعدہ مت کرو۔ ہاں پسندیدہ بات بیشک کہو اور نکاح کی گرہ کو پختہ مت کرو، یہاں تک کہ مقرر کیا ہوا وقت اپنی انتہا کو پہنچ جائے۔

اس آیت سے جو نکات سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ بیوہ عورتوں کو ایام عدت میں نکاح کا اشارہ دیا جا سکتا ہے۔ اس اشارہ سے مقصود، بیوہ عورتوں کی دلجوئی ہے تا کہ وہ اپنے مرحوم شوہر کے صدمے سے خود کو ہلاک نہ کر لیں۔ تمہارے پیام نکاح سے ان میں توانائی اور ایک نئی امنگ پیدا ہو جائے گی۔ جو بیوہ اور اسکے بچوں کے لئے نئی زندگی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ ہندو معاشرت میں مرحوم شوہر کے ساتھ بیوہ کو ستی کرنے کا رواج تھا۔ جبکہ اسلامی معاشرت میں بیوہ کو پیغام نکاح سے نئی زندگی کی نوید سنائی گئی ہے۔

۲۔ بیوہ عورتوں سے کسی خفیہ وعدہ کو منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ خفیہ وعدہ انہیں کسی غلط راہ پر ڈال سکتا ہے۔

۳۔ حتیٰ یبلغ الکتاب میں کتاب سے مراد عدت ہے۔ جو فرض کی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ بیوہ جب تک عدت میں ہو، اس وقت تک نکاح کا صراحتاً ذکر ممنوع ہے۔

۴۔ ولا تعزموا عقدة النكاح سے معلوم ہوتا ہے کہ عقدۂ نکاح کا فاعل مرد ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ناکح کہا جاتا ہے اور عورت کو منکوحہ۔

بیوہ عورت سے نکاح صرف عمل مسنون ہی نہیں ایک سماجی ضرورت بھی ہے۔ سماجی ضرورت یوں کہ شوہر دیدہ اور لذت آشنا عورت کا مرد کے بغیر رہنا، کنواری کے مقابلے میں زیادہ خطرناک اور مشکل

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے۔ اگر بیوہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے تو اس کے خراب ہونے کا امکان کنواری کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام کی معاشرت میں بیوہ عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ خود بیواؤں کو ان کے اپنے نکاح کا خود مختار بنا دیا گیا ہے۔ تا کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے، خود اپنے شوہر منتخب کریں۔

یہاں تک کہ اگر اس کے مرحوم شوہر نے اس کے لئے وصیت کر دی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اکی بیوہ کو ایک سال تک نان نفقہ اور سکنیٰ فراہم کیا جائے۔ یعنی عدت کے بعد بھی سات ماہ بیس دن تک اکی معاشی ضروریات کی کفالت کا ذمہ لیا جائے۔ تب بھی وہ اس امر کی مجاز ہے کہ بعد از عدت اپنی زندگی کا نیا ساتھی تلاش کرے اور اپنا گھر بسائے۔ البتہ اس صورت میں اسے مرحوم شوہر کے وصیت والے نان ونفقہ سے دستبردار ہونا پڑے گا۔

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعاً الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف ط۔ (البقرہ/۲۴۱)

اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے عورتیں چھوڑ جائیں (تو انہیں چاہیے کہ) اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک گھر سے نکالے بغیر، اکی معاشی ضروریات پوری کی جائیں۔ ہاں اگر وہ خود (اپنے مرحوم شوہر کا) گھر چھوڑ دیں تو تم پر اس کا کوئی بار نہیں، جو انہوں نے بھلائی سے اپنے حق میں کیا ہے۔

آیت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی وصیت کو، عورت کی ضرورت کے پیش نظر اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جسمیں عورت کو یہ اذن حاصل ہے کہ وہ اگر چاہے تو وصیت سے ایک سال تک فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ یوں قرآن مجید نے بیوہ عورت کی کم از کم ایک سال تک کی معاشی کفالت کا انتظام، مرحوم شوہر کے دیگر ورثاء کے ذمہ لگا دیا ہے اور اس عرصہ میں باقی زندگی کے لئے کسی نئے "کفیل" کو ڈھونڈنے کی اجازت بھی دے دی ہے۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ میں مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بیوہ عورتوں کو اپنا شریک حیات بنائیں۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۱ اور ۲۳۵ میں خود بیوہ عورتوں کو اپنے نکاح کا خود مختار و مجاز بنایا گیا ہے۔ اور سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۵ میں مردوں کو، بیواؤں سے نکاح کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ اور اب وہ آیت دیکھئے۔ جسمیں معاشرہ کے اجتماعی ضمیر کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ وہ تمام بے نکاحوں کے نکاح

کرانے کی فکر کریں۔

وانکحوا الایامیٰ منکم۔ (النور/۳۲)

اور جو تم میں بے نکاحے ہوں، تم ان کے نکاح کراؤ۔

آیت میں ایامیٰ کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ بہت جامع ہے۔ ایامیٰ، ایم کی جمع ہے اور ایم کا لفظ ہر مجرد یعنی بے نکاح شخص پر بولا جاتا ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ مجرد کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ جس نے ابھی تک نکاح نہ کیا ہو۔

۲۔ نکاح تو کیا ہو مگر اب وہ اپنا زوج کھو چکا ہو۔

جو لوگ بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی سے روکتے ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اس لیئے کہ قرآن تو اسلامی معاشرہ کی ذمہ داری یہ قرار دے رہا ہے کہ وہ تمام بے نکاحوں کے نکاح کی سبیل پیدا کریں نہ کہ رکاوٹ۔ سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ اپنے شوہر کے انتقال کے وقت حاملہ تھیں۔ وضع حمل کی مدت با اختلاف روایات چالیس دنوں پر مشتمل تھی۔ وضع حمل کے بعد جب انہوں نے نکاح کا ارادہ کیا تو اسے برا سمجھا گیا۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے تو کر، کیونکہ وضع حمل سے تیری عدت پوری ہو چکی ہے۔ (یعنی چار ماہ دس دن مکمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے) گو اس روایت میں بنیادی طور پر تعیین عدت میں اختلاف کی صورت کا بیان پایا جاتا ہے۔ تاہم اس سے بیوہ عورت کے نکاح ثانی کی تعجیل کا بھی پتہ چلتا ہے۔

بیواؤں سے نکاح کرنے کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کا پہلا نکاح جس خاتون سے کیا تھا وہ بیوہ ہی تھیں۔ اور وفات ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد بھی آپ ﷺ نے بیشتر نکاح جن عورتوں سے کیئے وہ بیوائیں تھیں۔

حوالہ

۱۔ سید محمود آلوسی بغدادی (متوفی ۱۲۷۰ھ) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، الجزء الثامن والعشرون ص ۱۳۹، مکتبہ امدادیہ ملتان، سن اشاعت درج نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کم سنی کی شادی ــــ بچوں سے زیادتی

نکاح دو ایسے افراد کے مابین سماجی معاہدہ کا نام ہے۔ جو عاقل و بالغ ہوں۔ اور برضا و رغبت ایکدوسرے کو قبول کریں۔ مگر ستم ظریفی دیکھیے کہ ہمارے معاشرے میں یہ وہ سماجی معاہدہ ہے کہ جو دو غیر عاقل و بالغ افراد کے لیے کوئی تیسرا فرد بھی انجام دے سکتا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جن کے بارے میں یہ معاہدہ کیا گیا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اپنی صغر سنی اور بے عقلی کی وجہ سے انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ انکی آئندہ کی زندگی کا فیصلہ انکے بزرگوں نے اپنے اختیار سے کر دیا ہے اور اب ان کے لیے اس فیصلے پر صاد کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

پاکستان کے دیہی علاقوں بالخصوص سندھ، پنجاب اور بلوچستان میں اس طرح کے نکاحوں کا رواج بہت زیادہ ہے۔ شاید اسی لیے وہاں کے مرد، جب جوان اور سمجھدار ہو کر اپنی عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو اپنی پسند کی ایک شادی اور کرتے ہیں اور یوں پہلی بیوی کو عضو معطل بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں جبکہ تلافی (Compensation) کے طور پر اپنی جائیداد غیر منقولہ میں بالعموم اسی کو شریک بنا دیتے ہیں۔ اس طرح اپنی دوسری بیوی کو، چاہتوں میں شریک کرتے ہیں لیکن عموماً اپنی جائیداد میں عضو معطل بنا دیتے ہیں۔ یوں دونوں بیویاں ہی مرد کے ظلم کا شکار ہوتی ہیں۔

اس ضمن میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ایسے نکاحوں کو روکا جائے۔ کیونکہ عمر نکاح، بلوغ کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور یہ بلوغ، جہاں جسمانی ہوتا ہے وہیں عقلی بھی ہوتا ہے۔ جب تک یہ دونوں بلوغ اکٹھے نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک یہ رشتہ قائم نہیں ہونا چاہیے۔ (استثنائی صورتیں، اس عموم سے خارج ہیں)

قرآن کی رو سے نکاح کا تعلق بلوغ سے ہے۔

وابتلوا الیتامیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح ۔(النساء/۶)

اور یتیموں کی جانچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں۔

آیت میں بلوغ کی بجائے "نکاح" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ نکاح، بلوغ کو مستلزم ہے۔ لہٰذا کم عمری کی شادی، از روئے قرآن صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک لڑکے کا سن بلوغ کامل طور پر اٹھارہ اور لڑکی کا سترہ سال ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک پندرہ سال ہے۔ ل یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ شادی کے لیے فقط جسمانی بلوغ ہی کافی نہیں ہوتا، عقلی بلوغ بھی لازم ہوتا ہے۔ جیسا کہ حتیٰ اذا بلغوا النکاح کے ساتھ آیا ہے۔

فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم ۔(النساء/۶)

اور اگر تم ان میں عقل کی پختگی پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو ۔ع

اس فقرہ میں عمر نکاح کو رشد (عقلی بلوغ) کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ ویسے تو یہ قرآنی حکم مال کی حوالگی یعنی قبضہ و تصرف کے سلسلے میں وارد ہوا ہے۔ مگر اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جب مال کی اہمیت اسقدر ہے کہ وہ بغیر رشد کے "بالغوں" کے حوالے نہیں کیا جا سکتا تو کسی "جان" کو فقط جسمانی بلوغ کے ثبوت پر کیسے حوالے کیا جا سکتا ہے؟ کیا ہماری نگاہ میں کسی کا "وجود" مال سے بھی کم تر ہے کہ جسے حوالے کرنے کے لیے کسی رشد (عقلی پختگی) کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی دوسرے یہ کہ جس طرح بعض صورتوں میں بلوغ کی علامات ظاہر نہیں ہو پاتیں مگر عمر ہو جاتی ہے تو اس صورت میں ہمارے پاس عقلی بلوغ (رشد) وہ واحد پیمانہ ہوتا ہے کہ جس سے حقیقی طور پر جواز نکاح کو ناپا جا سکتا ہے۔ اس لیے بتقاضائے نص نکاح کے لیے جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ، عقلی صلاحیت بھی اس درجہ کی درکار ہونی چاہیے جس درجہ کی حوالۂ مال میں ضروری سمجھی جاتی ہے۔

ازدواجی زندگی کے قیام و استحکام مسرت و شادمانی اور ذہنی مطابقت و موافقت کا راز، دراصل ان دونوں صلاحیتوں کی یکساں موجودگی میں ہی ممکن ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک بھی صلاحیت کا مفقود ہو جانا، شادی کی لازوال مسرتوں کو، حسرت و یاس اور زوال شادمانی میں تبدیل کر دینے کے مترادف ہے۔

والدین بالعموم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا اہم فرض یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کی جلد از جلد شادیاں کر دیں۔ اس فرض کو نبھانے میں وہ اسقدر تیزی اور مستعدی دکھاتے ہیں کہ بچوں کو بڑا بھی نہیں ہونے دیتے کہ کسی کے پلے باندھ دیتے ہیں یا کم از کم منسوب کر دیتے ہیں۔ اور اپنے تئیں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا ہے۔ حالانکہ والدین کا اولین فرض یہ بنتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی بہتر سے بہتر تعلیم و تربیت کریں۔ ان کے اندر نیکی کا جوہر پیدا کریں اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق انہیں معاش پیدا

© rasailojaraid.com